سوال: جب اِبلیس فرشتوں کا سردار تھا تو اُسے حُکمِ اِلٰہی سے اِنکار کی جرّ اُت کیسے ہوئی؟

جواب (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) : ہاں اگر وہ فرشتوں کا سردار ہوتا تو ہرگز انکار کی جرّ اُت نہ ہوتی لیکن یہ بات جو ہے یہ قرآن کریم میں تو کہیں نہیں لکھی ہوئی کہ وہ فرشتوں کا سردار تھا۔ اُس کے متعلق قرآن کریم جو کہتا ہے اُس تک محدود رہیئے نا! یہ بعض علماء نے شاید آپ کو سُنا دیا ہو کسی قصّے میں مگر قرآن اور حدیث میں تو کوئی ذکر اشارتاً بھی نہیں ملتا، کیا ملتا ہے وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ 'کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ' ۔(سورۃ الکھف) وہ جنّات میں سے تھا اور اُس نے فسق اختیار کیا، فاسق ہو گیا، تو فرشتوں کا سردار ہونا تو درکنار وہ تو فرشتوں میں داخل ہی نہیں تھا۔ وہ تو جنّات میں سے تھا۔

رہا جن کا مسئلہ تو قرآن کریم نے جن کے محاورے کو مختلف معانی میں استعمال فرمایا ہے، اس context (کانٹیکسٹ) میں اُس کے معنی بنتے ہیں۔

جن کا ایک معنیٰ ہے ناری نسل، آگ سے پیدا ہونے کا مفہوم قرآن کریم نے جیسا کہ دوسرے محاوروں سے ثابت ہے، ایک تو یہ دیا جا سکتا ہے کہ واقعتاً آگ سے بنا ہوا جسم ہو، لیکن ایک اور مفہوم ہے جو بہت ہی زبردست، حقیقی اور اصل مضمون ہے، وہ یہ کہ ناری صفات انسان کو، جس کی طبیعت میں اشتعال پایا جاتا ہو اور بغاوت پائی جاتی ہو، اُس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے، یہ قرآنی محاورے کے عین مطابق ہے، چنانچہ فرمایا: 'خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ' ۔ ہم نے انسان کو جلد بازی سے پیدا کیا، اب جلد بازی تو کوئی مادہ نہیں ہے جس سے کوئی چیز پیدا ہو سکے، اِس لئے عربی محاورے کو قرآنِ کریم اِن معنوں میں استعمال کرتا ہے کسی کی سرشت میں جو چیز داخل ہو، اُس سے پیدا کیا گیا کا مطلب ہے کہ اُس چیز نے اُس کی سرشت پر قبضہ کر لیا ہے یا حاوی ہو گئی ہے، تو تمام وہ لوگ جو ناری صفات رکھتے ہیں، اشتعال رکھتے ہیں اپنی طبیعتوں میں، بغاوت رکھتے ہیں، اُن کو جن کہا جاتا ہے، تو اِس لئے جب خدا تعالیٰ فرماتا ہے: 'کَانَ مِنَ الْجِنِّ' ۔ تو اُس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ فرشتہ بھی تھا بلکہ فرشتوں کا سردار تھا، یہ جائز ہی نہیں ہے۔